بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین

اداریہ!

انتخابی معرکہ......فقہ وشریعت کی میزان میں

الزام تراشی اور دشنام طرازی کا عروج

مغربی فکر وفلسفہ کے آلہ کار جمہوری نظام اور انتخابی عمل کو فقہ وشریعت کی میزان میں رکھ کر دیکھنے کا اشارہ ہم نے گزشتہ شمارے کے اداریے میں دیا تھا اور آخر میں اہل علم سے یہ التجا کی تھی کہ وہ مغربی فکر وفلسفہ کی کوکھ سے جنم لینے والے نظام انتخاب کو میزانِ فقہ وشریعت میں رکھ کر اور اسلامی فکر وفلسفہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر اس کا (ممکنہ) جواز پیش کریں۔ تا حال کوئی تحریر اس سلسلہ میں ہمیں موصول نہیں ہوئی۔ اور انتخابات کی تیاریاں عروج کی طرف جارہی ہیں۔ بھلا ہو الیکشن کمیشن کا کہ اس نے انتخابی میدان میں اترنے والے پہلوانوں سے کچھ سوالات ان کی ذاتی و نجی زندگی کے حوالے سے اور کچھ معاشرتی زندگی کے حوالہ سے پوچھ کر قوم کو یہ بتا دیا کہ دیکھو تمہاری قیادت کرنے، تم پر حکمرانی کرنے، اور تمہارے لئے قانونی سازی کرنے کے لئے کیسے کیسے لوگ متحرک ہیں اور میدان میں اتر رہے ہیں، اور آئین پاکستان کی دفعات ۶۲، ۶۳ پر پورا نہ اترنے کے باوجود منتخب ہونے کے لئے کس قدر بے چین ہیں۔ اس طرح کے مختصر انٹرویوز نے مغربی نظام حکمرانی کی پول کھول دی اور واضح کر دیا کہ انسانوں پر انسانوں کا کس قدر گرا ہوا طبقہ بھی حکمرانی کر سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آئین میں موجود، دفعہ ۶۲، ۶۳ مغربی جمہوریت کا کوئی اصول نہیں بلکہ یہ اسلامی اصولِ تزکیۃ الشہود کی نامکمل سی ایک صورت ہے۔ جس نے مغربی جمہوری نظام کے تحت منتخب ہونے کی کوشش کرنے والوں کو سخت پریشان کر دیا ہے اور ان میں سے بعض تو اس قدر چراغ پا ہیں کہ برملا کہہ رہے ہیں کہ ہم برسر اقتدار آتے ہی پہلے اس دفعہ کو آئین سے دفع کریں گے۔ اور بعض حیران و ششدر ہیں کہ ہمارے دور میں یہ آئین کا حصہ کیسے بن گئی ہمیں اس کی خطرناکی کا کیوں احساس نہ ہو سکا ورنہ ہم اسے آئین کا حصہ بننے ہی نہ دیتے

اور بعض وہ ہیں جو دانت پیس رہے ہیں کہ یہ نکوڑی دفعہ آئین کا حصہ بن ہی گئی تھی تو ہم نے اپنے پانچ سالہ دور میں اسے آئین سے کیوں نکال باہر نہ کیا......

جی ہاں یہ ہے وہ بنیادی فرق اسلام کا......اور جمہوری نظام کا......کہ مغربی جمہوری نظام میں ہر شخص یہ حق رکھتا ہے کہ اسے عوام پر حق حکمرانی حاصل ہو جبکہ اسلام صرف ایسے افراد کو حق نیابتِ حکمرانی (بلکہ حق خدمتِ جمہور) فراہم کرتا ہے جو اللہ کے ایسے بندے ہوں جنہیں کم از کم حقوق اللہ اور حقوق العباد کا علم اور پاس ہو اور اس علم پر عمل پیرا ہو کر وہ ہر دم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی ہمہ تن کوشش میں مصروف ہوں......اور جنہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا نہ علم ہو نہ تمیز، وہ کالانعام ہیں بلکہ بل هم اضل کا مصداق (یعنی حیوانوں سے بھی بدتر) کہ حیوان بھی کسی درجے میں اپنے مالک اور خالق کے حقوق پہچانتے ہیں اور بجا آوری بھی کرتے ہیں۔ کتے ہی کو دیکھ لیجئے کہ مالک کے سامنے دم ہلاتا ہے اسے بھونکتا اور کاٹتا نہیں جبکہ غیر کو بھونکتا بھی ہے اور کاٹنے کو بھی دوڑتا ہے۔ مالک کے گھر اور مال کی رکھوالی کرتا ہے۔ جبکہ غیر مالک کی رکھوالی سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ یہاں ہمارے اکثر اسمبلی ممبران اور بعض وزیر وزراء کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنے گھر (ملک) کی رکھوالی کی بجائے دوسروں کے مفادات کے رکھوالے ہوتے ہیں اور گھر کو لوٹ کھاتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو سپریم کورٹ آف پاکستان میں زیر سماعت مقدمات، اسٹیل مل کی نجکاری، ریکوڈک، ایفی ڈرین، تھرکول، کالا باغ ڈیم اور دیگر متعدد کیسز کی فائیلیں پڑھ لیجئے یہ ممکن نہ ہو تو اب تک ان مقدمات کے حوالہ سے جو کچھ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے وہی دیکھ لیجئے۔

اس نظام کی منجملہ دیگر قباحتوں کے، ایک الزام تراشی و دشنام طرازی بھی ہے جو اس وقت عروج پر ہے۔ مخالف امیدواروں پر الزامات عائد کرنا اور وہ بھی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ سیاسی لوگوں کا عام وطیرہ ہے، اور یہ ایسی عادت جاریہ ہے کہ جس پر مذہبی و غیر مذہبی سیاستدان سبھی کا اجماع و اتفاق ہے۔ اخبارات دیکھئے تو ہر طرف بڑے بڑے اشتہارات کی صورت میں مخالف جماعت اور مخالف امیدواروں پر الزامات سے بھرے پڑے ہیں۔ ان الزامات میں بعض اس حد تک نازیبا ہیں کہ ایک شریف النفس شخص پڑھ کر خود شرمسار ہونے لگتا ہے کہ کاش وہ اسے نہ پڑھتا۔ ٹی وی چینلز پر آمنے سامنے الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے اور میڈیا اسے خدمت خلق و ملک سمجھ کر کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ یہ بھول رہا ہے کہ یہ ایک مسلم ملک کا میڈیا ہے اور اسلام نے اس طرح برسر عام لوگوں کی رسوائی اور عزت نفس کو مجروح کرنے سے منع کیا ہے۔ اس الزام تراشی اور دشنام طرازی میں کوئی کسی سے پیچھے نہیں مذہبی جماعتوں کے بعض

☆ اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی...... برآورند غلامان او درخت از بیخ ☆

امیدواران تک اس کی لپیٹ میں ہیں ۔اور شرمناک بات یہ ہے کہ دیگر پارٹیوں کے لوگ یا آزاد امیدوار تو الزام تراشی و دشنام طرازیِ مغربی فکر و فلسفہ (حریتِ فکر و آزادیٔ اظہار رائے) کے تابع ہو کر کر رہے ہیں مگر دینی جماعتیں، علماء کرام، اور معزز مذہبی امیدواران اسے عبادت اور ثواب سمجھ کر...... کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مخالف پر تر کی بہ تر کی الزام نہیں لگائیں گے تو جیت نہ سکیں گے اور اگر یہ جیت نہ سکے تو (بزعم خود) اسلام کو نقصان پہنچے گا لہٰذا اسلام کی سربلندی کی خاطر اور اسلامی قیادت کو پارلیمنٹ تک پہنچانے کے کارِ خیر کی خاطر اس کارِ شر کا انجام دینا بالا جماع ثواب ٹھہرا، اور...... مخالف امیدوار کا کچا چٹھہ کھول کر اس حلقہ کے عوام کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کرنا عینِ عبادت...... اور اگر اسے کسی دوسرے ذریعہ سے راستے سے ہٹانا ممکن ہو تو اسے بھی بروئے کار لانا نیکی ہے کہ ایک مخالف (بزعم خویش فاسق و فاجر شخص) کو راستے سے ہٹا دیا۔ اگرچہ فقہ و شریعت کی نگاہ میں ایسا کوئی بھی عمل، عملِ خیر نہیں، تاہم چونکہ اسی راستے سے گزر کر انتخابی معرکہ مارنا ممکن ہے لہٰذا اسے سندِ جواز فراہم کرنا بھی فرض سمجھا ہے گرچہ دور از کار تاویلات ہی کے ذریعہ ایسا کرنا ممکن ہو، چنانچہ ایک معاصر دینی مجلّہ نے اپنے اپریل ۲۰۱۳ کے شمارہ میں لکھا ہے کہ: تحریکاتِ اسلامی کو عموماً ایک پیچیدہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ کیا تبدیلیٔ نظام کے لئے وقتی طور پر مروجہ نظام میں شمولیت اختیار کی جائے یا پہلے اس نظام کو تبدیل کیا جائے اور پھر نظام کی تبدیلی کے بعد اس میں شمولیت اختیار کی جائے۔ مزید یہ کہ امت مسلمہ کے فرض منصبی کی ادائیگی یعنی شہادت علی الناس کے لئے کیا یہ ضروری نہ ہوگا کہ اس دور کے موثر ترین ذرائع کو اس کام کے لئے استعمال کیا جائے جن میں ایوان نمائندگان میں پہنچ کر حق کا کلمہ بلند کرنا اور حکومتی ذرائع کے توسط سے دین کی فکر کا پیش کیا جانا مرکزی مقام رکھتے ہیں۔ شہدا علی الناس بننے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام وسائل کا استعمال اللہ کی رضا اور اس کے دین کی صداقت کے اظہار کے لئے کیا جائے۔

مذہبی جماعتوں کا فلسفہ بھی عجیب ہے کہ جس نظام کے خلاف لڑنے کا انہوں نے بیڑا اٹھا رکھا ہے اور جس قسم کے لوگوں کا مقابلہ انہیں ایوان میں پہنچ کر کرنے کا دعویٰ ہے انہی سے انتخابی اتحاد بھی ہو رہے ہیں۔ اور یہ عمل بھی ازروئے تاویل شرعی جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ اسی دینی مجلّہ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔ ''ان آیات مبارکہ پر غور کرنے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ دعوتی مصالح کے پیش نظر ایک محدود اور متعین عرصہ کے لئے ان افراد اور گروہوں سے بھی سیاسی اتحاد کیا جا سکتا ہے جن کے مقاصد میں کلی اشتراک نہ ہو۔ یہ حاکمیت الٰہیہ کے قیام کے لئے سیاسی جدوجہد کے جملہ پہلوؤں میں سے

ایک ہے اور نظریاتی سیاست ہی کا ایک حصہ ہے۔''

الغرض...... انتخابی معرکہ آرائی میں کسی کی عزت محفوظ نہیں اور نہ کوئی کسی کو ذرا سی بھی رعایت دینے کو تیار ہے۔ ہم نے اس نظام کی خرابیوں میں سے صرف ایک کا سرسری سا تذکرہ کیا ہے اس نظام کی تہوں میں اس سے کہیں بڑی بڑی خرابیاں موجود ہیں مگر وہ ایسی ہپناٹائزڈ ہیں کہ مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کو نظر نہیں آتیں۔ اگر نظر آ بھی جائیں تو لیلائے اقتدار کا حسن و جمال ان کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے اور وہ اس کے حسن کے نظارہ میں محو ہو کر انگلیاں ہی نہیں بہت کچھ گنوا اور کٹوا بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے شاید یہ مصرعہ سن رکھا ہے کہ:......

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

بقیہ:- حواشی صفحہ ۸۴ سے۔

۴۱۔ تاریخ ابن خلدون، ۱: ۳۸، نفیس اکیڈمی کراچی

۴۲۔ بائیبل، پیدائش، ۸: ۲۰ ۴۳۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ۵: ۴۱

۴۴۔ قصص القرآن، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ۱: ۶۴

۴۵۔ الجامع لاحکام القرآن: ۳: ۳۱ ۴۶۔ قصص القرآن، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ۱: ۶۴

۴۷۔ الجامع لاحکام القرآن: ۱: ۳۲ ۴۸۔ قصص القرآن، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ۱: ۹۵

۴۹۔ سورہ اعراف: ۶۹ ۵۰۔ قصص القرآن، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ۱: ۱۰۴

۵۱۔ ایضا ۵۲۔ تاریخ ارض القرآن، سید سلیمان ندوی، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ۱: ۱۸

۵۳۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، شاہکار بک فاؤنڈیشن، بذیل ابراہیم

۵۴۔ سیرت النبی، سلیمان ندوی، ۵، ۲۷

۵۵۔ فہرست لابن ندیم: ۵۸ ۵۶۔ سورہ اعلی: ۱۹

۵۷۔ تفسیر خازن، ۱: ۷۹ ۵۸۔ ایضا، ۱: ۲۶۷

۵۹۔ پیدائش (بائیبل) ۱۲، ۱۴ ۶۰۔ سورہ اعلی: ۱۵

☆...... پس از من گو جہان را آب گیرد...... ☆